اسلامی تعلیمات کا حسین نمونہ

اے لوگو! کھڑے ہو جاؤ میں تمہیں دس باتوں کا حکم دیتا ہوں ان کو اچھی طرح یاد رکھنا، اور ان پر عمل کرنا، خیانت نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، امیر لشکر کی نافرمانی نہ کرنا، کسی شخص کے اعضاء مت کاٹنا، کسی بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل مت کرنا، کھجور یا کسی دوسرے میوہ دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ جلانا بکری، گائے یا اونٹ کو غذا کی ناگزیر ضرورت کے سوا ذبح مت کرنا، تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت گاہوں میں گوشہ گیر ہو کر بیٹھے ہوں گے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، تم کو ایسے لوگ ملیں گے جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے برتنوں میں رکھ کر لائیں گے جب تم ان کھانوں کو یکے بعد دیگرے کھاؤ تو اللہ کا نام لینا (یعنی نعمت کے بعد اللہ کو بھول نہ جانا) اور تم کو ایک ایسی قوم ملے گی جن کے سر کے بال بیچ میں سے منڈے ہوں گے اور ان کی زلفیں چھوٹی ہوں گی (یعنی غیر شرعی وضع قطع ہو گی) انہیں تازیانے کی سزا دینا۔ اب اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں دشمن کی شرارتوں اور طاعون جیسی ناگہانی آفتوں سے بچائے اور تمہاری حفاظت فرمائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنگی لشکر کو ہدایات

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

نبیؐ کی وراثت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ و اصحابہ وسلم دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَّ لَا شَاۃً وَّ لَا بَعِیْرًا وَّ لَا اَوْصٰی بِشَیْءٍ۔ (رواہ مسلم)

حضرت اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے سانحہ ارتحال کے بعد نہ تو درہم چھوڑے نہ دینار، نہ بکری، نہ اونٹ، اور نہ از قسم مال، کسی چیز کی آپ نے وصیت فرمائی۔

"وراثت" کے معنی اور حقیقت سے بالعموم لوگ آگاہ ہیں۔ قرآن کریم میں وراثت سے متعلق اصولی قوانین [illegible] امت نے بڑی وضاحت و تفصیل سے بیان فرمایا۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں کوئی مرنے والا اپنے مال کے ایک تہائی سے زائد حصہ کی وصیت نہیں کر سکتا کسی مسجد و مدرسہ یا دینی و رفاہی ادارہ کے لیے یا کسی دوست، عزیز اور مسلمان کے لیے ایک تہائی کی وصیت کی اجازت ہے پھر یہ بھی ہے کہ وصیت ان لوگوں کے لیے ہو سکتی ہے جو شرعی وارث نہیں۔ شرعی وارث کے لیے وصیت کی گنجائش نہیں۔ جیسے قرآن میں بیٹے، بیٹی، میاں، بیوی، وغیرہ کے لیے وراثت کے مقررہ حصوں کا بیان ہے وغیرہ ذالک۔ لیکن جہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کا تعلق ہے بعض مسائل میں ان کی خصوصیات ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے مثلاً نبی کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کی ازواج مطہرات سے کوئی دوسرا نکاح نہیں کر سکتا جیسا کہ سورۂ احزاب میں تفصیل موجود ہے۔ اسی طرح درہم و دینار اور اونٹ بکری اور ہر وہ چیز جو از قسم مال شمار ہوتی ہے اس کا نبی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا نہ نبی ایسی چیز چھوڑ کر جاتا ہے نہ ایسی چیز کی وصیت کرتا ہے انبیاء علیہم السلام بالعموم فقر کی زندگی بسر کرتے ہیں حضور نبی اُمّی علیہ السلام نے فقر کو اپنا سرمایۂ فخر قرار دیا اور مال و دولت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ان کے گھر میں کئی کئی دن آگ نہیں جلتی اور نہ وہ ایسا پسند کرتے ہیں کہ ان پر کوئی رات اس طرح آئے کہ ان کے گھر میں سرمایہ و دولت ہو۔ ہمارے نبی رحمتؐ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں یہ تھا کہ پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے دنیا سے رخصت ہوئے تو زرہ ایک یہودی کے پاس بطور قرض رہن تھی۔ یہ حالات ہوں تو سرمایہ و دولت کیسی اور وراثت یا اس کی وصیت کیسی؟ البتہ آپ نے فرمایا کہ ہماری وراثت علم ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور بعض روایات مشہورہ کے پیش نظر علماء کو جو وارث انبیاء قرار دیا گیا ہے تو اسی لیے کہ وہ علم نبوی کے وارث ہوتے ہیں حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق جسے علم نبوت سے حصہ نصیب ہوتا ہے

(باقی ص ۱۰)

جلد ۲۶ ❊ شمارہ ۳

۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ❊ ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم ـ میاں محمد اجمل قادری

مدیر ـ محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل	سالانہ/-۶۰ روپے ششماہی/-۳۰ روپے
اشتراک	سہ ماہی/-۱۵ روپے فی پرچہ ۵۰/۱ روپیہ

یہ مکروہ سلسلہ

اب بند ہو جانا چاہیے

جب سے اخبارات پر سنسر کی پابندیاں عائد کی گئی ہیں اس وقت سے جرائد اور خاص طور پر روزناموں کی روزانہ سیل گھٹ کر تقریباً نصف رہ گئی ہے۔ اب اخبارات اپنی سیل کو برقرار رکھنے کے لیے کوئی نہ کوئی معمولی سے معمولی واقعہ بھی نظرانداز نہیں کرتے۔ جس کے ذریعہ لوگوں کے سفلی جذبات کو بھڑکا سکیں۔ اور رُو بہ انحطاط معاشرے کو تباہی کے آخری گڑھے تک پہنچا سکیں

گذشتہ کئی ہفتوں سے اخبارات کے ہاتھ کراچی کی ایک کال گرل کے قتل کا کیس آ گیا ہے اور ملک بھر کے اخبارات مقتولہ کی مختلف تصاویر بڑی نمایاں جگہوں پر چھاپ کر اپنے اور اپنے مخصوص قارئین کے سفلی جذبات کی تسکین کا سامان کر رہے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں صحافت کا یہ مکروہ معیار قوم کے ناخداؤں کے منہ پر ایک تھپڑ کی مانند ہے۔ لیکن جن لوگوں کا احساس ہی مر جائے وہ کیا سوچیں گے ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگانے کے لیے نہ جانے کتنا سخت دھچکا درکار ہے۔ ہم تو دُعا ہی کر سکتے ہیں کہ اے اللہ! تُو اس قوم کی تقدیر کے مالکوں کو ہدایت عطا فرما اور سیدھی راہ سجھا۔ آمین یا الہ العالمین!

احقر الانام محمد اجمل قادری

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

روحانی بیماریاں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

حضرات محترم! جس طرح انسانی جسم مختلف النوع عوارضات اور بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اسی طرح انسانی روح بھی حوادث اور بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہے جسم کے علاج و اصلاح کی خاطر لوگ قابل اطبا اور مستند ڈاکٹروں کی طرف رُخ کرتے ہیں ان کی ہدایات کے مطابق علاج معالجہ کرتے اور پرہیز کا اہتمام کرتے ہیں اگر طبیب معالج اناڑی ہو تو نیم حکیم خطرہ جان والی کہاوت پوری ہو کر رہتی ہے اور اگر آدمی مستند معالج کے نسخہ کے مطابق عمل نہ کرے تو بھی نقصان ہوتا ہے۔ یہی حال روح کا ہے اگر اس کے علاج سے غفلت برتی جائے یا اناڑی معالج سے علاج کی کوشش کی جائے یا صحیح معالج کی ہدایات پر عمل نہ کیا جائے تو ہر شکل نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ جہاں تک روح اور دل کی بیماری اور ان کے فساد زدہ ہونے کا تعلق ہے اس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ قرآن عزیز نے سورۂ مطففین میں جس "ران" کا ذکر کیا ہے وہ اسی روحانی بگاڑ کی طرف اشارہ ہے۔ اور حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہر چیز کی اصلاح و پاکیزگی کے لیے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہوتی ہے۔ یاد رکھو دلوں کی اصلاح کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ اس لیے میں عرض کیا کرتا ہوں اور یہ بات میں نے اپنے حضرت اقدسؒ اور دوسرے اکابر سے بھی بارہا سنی کہ اہل اللہ کے ڈیرے اور ان کی خانقاہیں کلینک اور مطب کا درجہ رکھتے ہیں تو خود اہل اللہ معالج اور طبیب ہیں لیکن ان کی پہچان بہت ضروری ہے ۔۔۔ ورنہ بقول شیخ سعدی قدس سرہٗ غلط کار لوگ لباس تصوف میں لوگوں کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں ۔ اہل اللہ کی پہچان کے لیے موٹا سا اصول یہ ہے کہ ان کی زندگیاں دیکھی جائیں کہ اتباع سنت کا رنگ کس حد تک ان پر غالب ہے؟ اگر ایک شخص ہوا میں اڑتا ہے یا پانی پر تیرتا ہے لیکن وہ اتباع سنت کے جذبہ سے خالی و عاری ہو اور اس کے اعمال سنت کے خلاف ہوں اور بدعات کا رنگ غالب ہو تو ایسا شخص کسی شکل میں ولی یا بزرگ نہیں ہو سکتا۔ سچا ولی وہی ہے جس کی زندگی تقویٰ و طہارت، خدا خوفی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو۔ یہی لوگ ہیں جن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ ان کے قریب بیٹھنے والے محروم نہیں رہتے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کی پہچان یہ ہے کہ انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ اس قسم کے افراد کے پاس آنے سے دل و روح کی

بیماریاں انسان کو معلوم ہوتی ہیں اور ان کا علاج ہوتا ہے۔ جو بیماریاں دل و روح کی بربادی کا باعث بنتی ہیں ان میں حسد، دھوکہ، فریب، لالچ، بد دیانتی جیسے جرائم شامل ہیں۔ یہ اور اس نوع کے عوارضات انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتے۔ مثلاً حسد کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ انسانی نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔ علیٰ ہذہ القیاس ہر جرم اپنا اثر دکھلاتا ہے جیسے ہر نیکی اپنا اثر ظاہر کرتی ہے۔

مجھے اس موقعہ پر یہ واقعہ یاد آ کر افسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے حضرت کے پرانے خادم بیگ صاحب پچھلے دنوں کوئی صاحب ان کے پاس آئے، ان کے سامنے ایسی چکنی چپڑی گفتگو کی کہ الامان! اور کہا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے میں آپ کو ان کی جگہ حج کرانا چاہتا ہوں۔ چونکہ بیگ صاحب نے پہلے حج نہیں کیا اس لیے مسئلہ کی رو سے انہوں نے حج بدل سے انکار کیا تو اس شریف آدمی نے کہا کہ آپ حج کر آئیں میری والدہ کے لیے دعا کریں۔ پھر ان بے چاروں کو ساتھ لے گیا تاکہ پاسپورٹ بنوایا جائے اور وقتی طور پر چند سو روپے ساتھ لینے کو کہا جو بعد میں ادا کر دیئے جائیں گے انہوں نے ادھار پکڑا اور چل کھڑے ہوئے، وہ شخص پاسپورٹ آفس انہیں چکمہ دے کر نو دو گیارہ ہو گیا۔

ایک غریب آدمی اچھی خواہش کے پیچھے لٹ گیا۔ اور اس بھلے آدمی نے اتنا زبردست فراڈ اور بد دیانتی کی کہ الامان!

یہ سب باتیں اس لیے ہوتی ہیں کہ لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ ان کا دل اور ان کی روح بیماریوں کی پوٹ ہوتی ہے۔ اہل اللہ کی کیمیا اثر نظر سے وہ محروم ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ ادھر ادھر ایسی حرکات کرتے پھرتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس دنیا میں ان بیماریوں کا علاج کر لیا جائے۔ اس طرح آدمی قبر و قیامت کی سختیوں سے بچ جائے گا ورنہ یہ بیماریاں انسان کی تباہی کا باعث بن جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق دے۔ آمین!

وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

وہ بڑا ہی خوش قسمت اور سعادت مند ہے۔

سیدہ صدیقہ رضؓ کی روایت اس معاملہ میں اور بھی وزنی ہے کہ نبی علیہ السلام کے آخری ایام آپؐ کے حجرہ مبارکہ میں گذرے اور آپؐ کے حجرہ میں ہی آپؐ کا مزار انور بنا۔

ان حدیثی تفصیلات کے بعد آپؐ کی وراثت کے متعلق بعض لوگوں کا بعض روایات کو پھیلانا اور ان کی آڑ میں داستان سرائی کرنا خطرناک جسارت اور قرآن و سنت کے واضح حقائق کا انکار ہے۔ اللہ کے نبی اس قسم کا کوئی ترکہ چھوڑ کر نہیں جاتے اور جب واقعہ میں ایسا نہیں ہوتا کسی نبی کی اولاد میں سے کسی مرد و زن کا اس نوع کا مطالبہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی جسارت کسی نبی کی صالح اور نیک اولاد نہیں کر سکتی یقیناً یہ بعد کی اکاذیب ہیں جنہیں یار لوگوں نے بددیانتی سے گھڑ کر پھیلایا اور اس کا مقصد بڑا واضح ہے کہ ایسا کیوں کیا؟ انبیاء کرام چھوڑ کر ان کے پیچھے خدام اور متبعین میں ایسے ہزاروں لاکھوں افراد کا حال کتب تاریخ میں مل سکتا ہے جنہوں نے زندگیاں اس حال میں گذار دیں کہ وہ دنیا سے رخصت ہوتے تو ان کے پلے کچھ نہ تھا اور یوں پاک صاف ہو کر اپنے رب سے جا ملے۔

رحمہم اللہ تعالیٰ۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب :۔ فاروقی

رمضان المبارک

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا مہینہ ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ ایاماً معدودات الخ وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ "۔ صدق اللہ وصدق رسولہ النبی الکریم ۔۔۔

محترم حضرات :۔ رمضان المبارک کا محترم اور بابرکت مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے جو انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مغفرتوں کے نزول کا مہینہ ہے ، حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے خزانے اس مہینہ میں مسلمانوں کے لئے کھول دیتے ہیں

خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنہیں اس مہینہ میں اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے حصول اور اپنے گناہوں کی معافی کی توفیق نصیب ہوئی ہے اور وہ اپنی آخرت کے لئے بہت سا سرمایہ جمع کر لیتے ہیں ،

حدیث میں آتا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ، ایک اور روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ، اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے "، یہی وجہ ہے کہ جو مسلمان صدقِ نیت سے رمضان کا احترام کرتے ہوئے روزے رکھنے اور دیگر نیکیوں میں مصروف رہ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ارادہ کر لے تو پھر اسے یہ توفیق نصیب ہو جاتی ہے اور شیطان اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا ، لیکن اگر اس مہینہ میں گناہوں سے بچنے ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے رکنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو پھر انسان کا اپنا نفس اور اس کی دنیوی خواہش ہی اس کے لئے شیطان بن کر گمراہی کا ذریعہ بن جاتی ہے ، ورنہ ارشادِ نبوی ہے کہ رمضان کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ :۔ "یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر "، اے نیکی کے طالب نیکی کی طرف متوجہ ہو جا اور برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی کرنے سے رک جا ، لہٰذا جو شخص نیکی کا کام کرنے اور برائی سے رکنے کا ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے لئے عمل کا مرحلہ آسان فرما دیتے ہیں کہ اس طرح وہ رحمتِ خداوندی کا مستحق ہو کر اپنے گذشتہ گناہوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے ،

روزہ اور تراویح

رمضان کے مہینہ میں دیگر اعمال کے علاوہ دو بڑے عمل ہیں ، یعنی روزہ اور تراویح

ان میں سے روزہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر فرض ہے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ، اے ایمان والو (اللہ کی طرف سے) فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا ان سے پہلے لوگوں پر تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ، ایاماً معدودات یہ چند روز ہیں گنتی کے ، اس روزے کا تعلق دن کے ساتھ ہے کہ طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک انسان روزہ کی حالت میں شریعت کی طرف سے منع کی گئی تمام چیزوں سے رکا رہے اور تراویح سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور اس کا تعلق رمضان کی راتوں کے ساتھ ہے کہ آپ نے خود رمضان کی راتوں میں امت کی آسانی کے لیے بغیر کسی اہتمام کے بیس رکعت ادا فرمائی جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں بھی اسی طرح بغیر اجتماعی اہتمام کے انفرادی طور پر ادا کی جاتی رہیں البتہ سیدنا عمر فاروق رضؓ کے دور میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد اور عمل کی روشنی میں تمام صحابہ کرام رضؓ کے اجماع کے ذریعہ پوری امت کے لئے باجماعت بیس رکعت تراویح کا فیصلہ و اہتمام کیا گیا تو سب سے پہلے سیدنا حضرت ابی بن کعب رضؓ کی امامت میں تمام صحابہ نے بیس رکعت نماز تراویح باجماعت ادا کی جو تمام امت کے لئے سنت مؤکدہ کا درجہ رکھتی ہے ، رمضان المبارک کے یہ دونوں بڑے عمل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہیں کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ،، من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ،، یعنی جس نے رمضان کا روزہ عقیدے اور نیت کی درستگی کے ساتھ رکھا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ، اور جو کوئی ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان میں (عبادت اور تراویح کی نماز کے لئے) کھڑا ہوا تو اس کے بھی گذشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے

محترم سامعین ! ان احادیث مبارکہ سے آپ اندازہ فرمائیں کہ یہ مہینہ کتنا بابرکت ہے ، اگر اس کے باوجود بھی کوئی انسان اس میں اپنے خدا کو راضی کر کے اپنے گناہوں سے نجات حاصل نہ کرے تو یقیناً یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے ،،

روزہ کا مفہوم

رمضان کا روزہ بھی اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے ، بلکہ اصطلاح نبوت میں اسلام کی عمارت کے لئے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے ، قرآن کے فرمان کے مطابق حضور علیہ السلام کی امت سے قبل بھی تمام امتوں پر کسی نہ کسی انداز میں روزہ ضروری قرار دیا گیا تھا گو تعین ایام میں قدرے اختلاف تھا ، البتہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے ہی روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کر لیا تھا ۔

دوسرے بہت سے فوائد کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تقویٰ کی منزل حاصل ہو جاتی ہے جو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا واحد ذریعہ ہے یہ تقویٰ شریعت کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر اپنی خواہشات کو قربان کرنے اور ان کی منع کردہ چیزوں سے رک جانے سے حاصل ہوتا ہے اور یہی روزہ کا حاصل ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے شریعت کی پابندیوں کے مطابق اپنا پورا دن اس طرح گذارے کہ کسی طرح بھی شریعت کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے

حاضرین کرام! عربی کی لغت میں یوں تو ،، صوم ،، کا معنی رکنے کا ہے اور اصطلاح شرع میں طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مباشرت سے رک جانے کا نام صوم اور روزہ ہے لیکن درحقیقت رمضان کا مہینہ ہر قسم کی برائیوں سے بچنے اور مسلمانوں میں اس طرح صبر اور جہاد کے لئے عملی تربیت کا مہینہ ہے اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان دوسری برائیوں سے نہیں بچتا تو صرف کھانے پینے اور مباشرت سے رک جانے سے

روزے کا نہ تو اصل مفہوم ادا ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے مطلوبہ نتائج و فوائد برآمد ہوتے ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے کہ آپ نے فرمایا کم من صائم لیس لہ من صیامہٖ الا الظمأ وکم من قائم لیس لہ من قیامہٖ الا السھر :۔ کہ بہت سے روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے پیاسا رہنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور بہت سے رات کو عبادت کرنے والے ایسے ہیں جنہیں ان کی عبادت سے جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا یعنی ان کا روزہ اور ان کی رات کی عبادت ان کے لئے کسی طرح بھی اللہ کی رضاء، گناہوں کی مغفرت اور آخرت کے لئے کسی فائدے کا ذریعہ نہیں بن سکتے، احادیث مبارکہ میں تفصیلاً ان اخلاقی حدود کا تعین کیا گیا ہے اور ان برائیوں کی فہرست بیان کی گئی ہے جو کھانے پینے کے بغیر بھی روزہ کی روحانیت کو ختم کر دیتی ہیں، اگر کوئی مسلمان روزہ کے اصل مقصد کے حصول کی خواہش رکھتا ہو تو اسے ان تمام حدود و قیود کی رعایت رکھنا ضروری ہے'' وقت کی قلت کے باعث ان کا بیان آئندہ جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں ''

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکتوں کا حقہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمادے '' آمین یا الٰہ العالمین

—— وما علینا الا البلاغ ——

طالب ہاشمی

فقیہ الامّت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دعوت حق کے ابتدائی زمانے میں ایک دن رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کے ہمراہ مکہ معظمہ سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے پھرتے پھراتے آپ کو پیاس محسوس ہوئی، لیکن پانی کا دور دور تک پتہ نہ تھا، البتہ قریب ہی ایک نوجوان چرواہا بکریاں چرا رہا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اس سے پوچھا "میاں لڑکے کیا تم کسی بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس نہ بجھا سکو گے" چھوٹے سے قد اور گندمی رنگ کے اس دبلے پتلے چرواہے نے بڑی متانت کے ساتھ جواب دیا۔ "صاحبو یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ ان کا مالک عقبہ بن ابی معیط (مکہ کا مشہور مشرک) ہے، اس کی اجازت کے بغیر کسی بکری کا دودھ آپ کو دینا امانت میں خیانت ہوگی"

سرورِ دو عالم نے فرمایا، "اچھا تو بھائی کوئی ایسی ہی بکری لاؤ، جو دودھ نہ دیتی ہو، یا جس نے بچے نہ دیئے ہوں" چرواہے نے کہا کہ ایسی بکری ہے تو سہی مگر یہ تمہارے کس کام کی ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا تم لاؤ تو، چرواہے نے ایک بکری پیش کی، سرورِ دو عالم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اور دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے آناً فاناً تھنوں کو دودھ سے بھر دیا، اب صدیق اکبر دودھ دوہنے بیٹھے تو اتنا دودھ نکلا کہ تینوں نے خوب سیر ہو کر پیا، اس کے بعد حضور کی دعا سے بکری کے تھن خشک ہو کر اصلی حالت پر آ گئے، نوجوان چرواہا یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گیا، مکہ میں دعوت حق کی بھنک اس کے کانوں میں پڑ چکی تھی، لیکن داعی حق سے ملنے کا اتفاق آج ہی ہوا تھا یہ دیکھ کر اس کا دل ہادی اکرم کی محبت اور عقیدت سے معمور ہو گیا اس وقت تو خاموش رہا لیکن شہر واپس جا کر وہ اپنے جذبات پر زیادہ دیر تک قابو نہ رکھ سکا، اور ایک دن حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوا، یا رسول اللہ مجھے بھی اپنی جماعت میں داخل فرما لیجئے رحمت عالم نوخیز چرواہے کی دیانت اور ایمانداری کا مشاہدہ فرما چکے تھے فوراً اس کی درخواست قبول فرما لی اور بڑی محبت و شفقت کے ساتھ اس سر پر اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا "انک غلام معلم" تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو، یہ خوش بخت نوجوان جن کو سید الانام رحمت عالم نے تعلیم یافتہ لڑکے کا خطاب عطا فرمایا ابو عبد الرحمان عبد اللہ بن مسعود تھے، سرورِ عالم انہیں اکثر ان کی والدہ ام عبدؓ کی نسبت سے "ابن ام عبد" کہہ کر پکارتے تھے، وہ قریش کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے،

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ان کے والد مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم ایام جاہلیت میں عبد بن حارثؓ کے حلیف تھے،

نعمت ایمان سے بہرہ ور ہو کر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے آپ کو سرورِ عالم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور ساتھ ہی ذوق و شوق سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے لگے، اس وقت تک صرف چند سعید الفطرت ہستیاں ہی مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں اور وہ سب قریش کے قہر و غضب کا نشانہ بنی ہوئی تھیں ایک دن شمع نبوت کے پروانوں نے باہم مشورہ کیا کہ قریش نے آج تک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا، کوئی ایسی صورت ہو کہ ان کے سامنے بلند آہنگی سے قرآن پڑھا جائے نوجوان عبد اللہ نے کہا، اس کام کو میں

انجام دونگا"،
صحابہ نے کہا کہ یہ کام بڑا پرخطر ہے ایسا
نہ ہو کہ تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ، تمہارا
قبیلہ اتنا طاقتور نہیں ہے کہ تمہیں مشرکین
کے پنجہ ستم سے نجات دلا سکے
حضرت عبداللہ بن مسعود نے جوش ایمان
سے بے قرار ہو کر کہا، مجھے یہ کام کرنے
دو میرا آسرا اللہ پر ہے اور وہی میری
حفاظت کریگا، صحابہ ان کا جوش ایمانی
دیکھ کر خاموش ہو گئے
دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد جب
تمام مشرکین قریش ایک جگہ جمع تھے حضرت
عبداللہ بن مسعود نے نہایت بلند آہنگی
سے ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت
شروع کردی، مشرکین یہ نامانوس کلام
سن کر بہت حیران ہوئے اور ایک دوسرے
کا منہ تکنے لگے، ایک نے کہا یہ تو وہ کتاب
پڑھ رہا ہے جو محمد پر اتری ہے، یہ سن کر تمام
مشرکین مشتعل ہو گئے اور عبداللہ بن
مسعود پر ٹوٹ پڑے نوجوان عاشق قرآن
کو اس قدر مارا کہ ان کا چہرہ متورم ہو گیا اور
جسم کے کئی حصوں سے خون بہہ نکلا لیکن
جوش ایمانی کا یہ عالم تھا کہ پٹتے جاتے تھے
اور قرآن خوانی جاری تھی حتی کہ مشرکین
مارتے مارتے تھک گئے، عبداللہ اس
وقت خاموش ہوئے جب قرآن کی وہ
سورت جو انہوں نے شروع کی تھی ختم
ہو گئی،
جب وہ خستہ حال و پریشان صحابہ کرام
کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم کو اسی
بات کا خدشہ تھا اور اسی لئے ہم تمہیں وہاں
جانے سے روکتے تھے،
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا خدا
کی قسم مشرکین میری نظر میں آج سے زیادہ
کبھی ذلیل نہیں ہوئے میں تو ارادہ
کر لیا ہے کہ کل پھر ان کو کلام الہی سناؤں گا
صحابہ کرام نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے
وہ بہت کافی ہے اب پھر تمہیں جانے
کی ضرورت نہیں جس کلام کا سننا مشرکین
کو سخت ناگوار تھا اس کو تم نے ان کے
کانوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا،
حضرت عبداللہ نے اپنے رفقاء کے اصرار
سے مجبور ہو کر خاموشی اختیار کر لی لیکن
کفار بھلا کب ان کو چین سے بیٹھنے دیتے
تھے انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ پر بھی
مظالم ڈھانے شروع کر دیئے
جب مشرکین کے جور و ستم کا سلسلہ ناقابل
برداشت حد تک پہنچ گیا تو سرور کائنات
نے انہیں حبشہ کو ہجرت کرنے کی ہدایت
فرمائی، ارشاد نبوی کی تعمیل میں حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ نے دو مرتبہ حبشہ کی
غریب الوطنی اختیار فرمائی اور تیسری
مرتبہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے
سرور دو عالم نے ان کی مواخاۃ حضرت
معاذ بن جبل انصاری سے کرا دی اور
ان کے لئے مسجد نبوی کے پاس زمین
کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا
۲ھ میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا
تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے شروع
سے لیکر آخر تک ہر غزوہ میں سرفروشانہ
حصہ لیا، غزوہ بدر میں جب دو انصاری
نوجوانوں نے ابوجہل کو شدید زخمی کر دیا
تو اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود بھی
سرور کائنات کے حکم کی تعمیل میں ابوجہل کو
تلاش کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے، ابوجہل
اس وقت دم توڑ رہا تھا عبداللہ اس کی
چھاتی پر سوار ہو گئے اور اسکی داڑھی پکڑ
کر کہنے لگے او دشمن خدا تو ہی ابوجہل ہے
خدا نے تجھے خوب ذلیل کیا،
ابوجہل نے کہا کہ "کاش مجھے کسی کسان نے
قتل نہ کیا ہوتا، (کسان سے مراد انصار تھے
انصار کو زراعت پیشہ ہونے کی وجہ سے
قریش حقیر سمجھتے تھے) حضرت عبداللہ بن مسعود
نے ابوجہل کی بات سن کر اس کی گردن پر
پاؤں رکھ دیا ابوجہل نے کہا او بھیڑیں چرانے
والے تو بہت اونچی جگہ چڑھا ہے اتنا تو بتا
کہ فتح کس کی ہوئی ہے، حضرت عبداللہؓ
نے جواب دیا، "او دشمن خدا، اللہ اور اس
کے رسول کی،
اتنا سن کر ابوجہل ٹھنڈا ہو گیا، حضرت
عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ لیا اور
سرور کائنات کے قدموں میں ڈال دیا اور
حضورؐ نے ابوجہل کے ناپاک سر کی طرف دیکھا
اور فرمایا الحمد للہ الذی اخزاک
یا عدو اللہ "حمد و ثنا کے لائق وہ اللہ ہے
جس نے اے دشمن خدا تجھے ذلیل کیا ہے
پھر فرمایا مات فرعون هذه الامة
اس امت کا فرعون مر گیا،
غزوہ بدر کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود نے
نہایت جوش اور پامردی کے ساتھ احد
خندق اور خیبر کے غزوات میں حصہ لیا،
حدیبیہ اور فتح مکہ میں بھی وہ سرور کونین
کے ہمرکاب تھے، فتح مکہ کے بعد غزوات

سنہ ۸ھ میں حنین کا خونریز معرکہ پیش آیا اس کے اسباب یہ تھے کہ ہوازن اور ثقیف کے جنگجو قبائل کو شیطان نے بہکایا کہ اگر تم مسلمانو کو شکست دے دو تو اہل مکہ کی جتنی جاگیریں اور باغات طائف میں ہیں وہ تمہارے قبضہ میں آجائیں گے اور خدائے واحد کے پرستارو کا بھی خاتمہ ہو جائیگا،

چنانچہ انہوں نے بنی ہلال، نصر، جشم، اور بنی مفد کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور ہزارہا جنگجوؤں کی فوج لے کر مدینہ کی طرف بڑھے، ابھی وہ مقام اوطاس میں پہنچے تھے کہ سرور کائنات ص کو ان کی نقل و حرکت کی اطلاع مل گئی حضور ص نے فوراً جنگ کی تیاری کی اور بارہ ہزار فرزندان اسلام کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے اسلامی فوج میں مکہ کے دو ہزار نو مسلم بھی شامل تھے، اتنا کثیر لشکر دیکھ کر بعض مسلمانوں کی زبان سے نکل گیا،، اب ہم پر کون غالب آسکتا ہے،،

اللہ کو یہ نازش پسند نہ آئی اور اس نے اہل حق کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا۔ لشکر اسلام وادی حنین میں پہنچا تو وادی کے دونوں جانب کمین گاہوں میں دشمن کے سپاہی اس کے منتظر تھے جونہی مسلمانوں کے ہراول دستے ان کی زد میں آئے انہوں نے بے پناہ تیراندازی شروع کر دی پھر کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، ہراول دستوں میں زیادہ تعداد نو مسلموں کی تھی وہ سراسیمہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے، دوسرے مسلمان بھی حواس باختہ ہو گئے اور ان میں سے اکثر کے قدم اکھڑ گئے اس نازک وقت میں سرور دو عالم کوہ استقلال بن کر میدان جنگ میں کھڑے تھے اور صحابہ کرام رض کی ایک مختصر سی جماعت آپ کے گرد جان نثاری کے جوہر دکھا رہی تھی، اس میں حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عباس رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض بھی شامل تھے، اس افراتفری کے عالم میں سرور کائنات ص باواز بلند یہ رجز پڑھ رہے تھے

انا النبی لاکذب ، انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں،

حضور ص اس وقت اپنے سفید خچر "دلدل" پر سوار تھے، اس کی باگ حضرت ابو سفیان بن حارث رض نے تھامی ہوئی تھی کہ یکبارگی آگے نہ بڑھ جائے، لیکن دلدل بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف ہٹتا تھا اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ زین سے جھکے، حضرت عبداللہ بن مسعود بیتاب ہو گئے اور پکار کر کہا آپ سربلند ہیں اللہ تعالی نے آپ کو رفعت عطا فرمائی، حضور ص نے فرمایا۔

مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا دو،،

حضرت عبداللہ رض نے فوراً حکم کی تعمیل کی حضور ص نے یہ خاک مشرکین کی طرف پھینکی تو خدا کی قدرت ان سب کی آنکھیں غبار آلود ہو گئیں،، اس کے بعد حضور ص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رض یا بروایت دیگر حضرت عباس رض کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو، انہوں نے باواز بلند پکارنا شروع کیا۔

یا معشر الانصار ، یا اصحاب الشجرۃ

اے جماعت انصار ، اے اصحاب شجرہ

یعنی اے بیعت رضوان کرنے والو، پھر ہر قبیلہ کا نام لے لے کر بلانا شروع کیا۔ اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مسلمان دفعتہً پلٹ پڑے اور کفار کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا، مشرکین نے بری طرح شکست کھائی اور اپنے بے شمار مقتولین میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے، بے حساب مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا،

اللہ تعالی اپنے کلام پاک میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذالک جزاء الکافرین،،

اور حنین کا دن یاد کرو جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز تھا لیکن وہ کچھ کام نہ آئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں نازل کیں جو تم کو نظر نہ آئیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی سزا یہی ہے

سنہ ۱۱ھ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت عبداللہ بن مسعود پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، اور وہ دل شکستگی کے عالم میں گوشہ نشین ہو گئے، لیکن چند سال بعد جنگ یرموک میں بڑی ثابت قدمی سے داد شجاعت دی

میدان جنگ سے واپس آئے تو حضرت فاروق اعظم رضؓ نے ۱۵ھ میں انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا اور ساتھ ہی وہاں کے خزانہ (بیت المال) اور دینی تعلیم کے شعبے بھی ان کو تفویض کئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اہل کوفہ کے نام جو فرمان لکھا اس میں خاص طور پر یہ الفاظ لکھے

”وقد اثرتکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی،،

یعنی میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج کر بڑا ایثار کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پورے دس سال تک کوفہ میں اپنے فرائض نہایت تندہی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر وہ ایک قافلہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے مکہ روانہ ہو گئے، ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ایک بدوی خاتون کو سر راہ کھڑے پایا اس نے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو پکار کر کہا ”بھائیو قریب ہی ایک مسلمان دم توڑ رہا ہے اس کی تجہیز و تکفین میں میری مدد کرو،،

انہوں نے پوچھا وہ کون شخص ہے خاتون نے جواب دیا، رسول اللہ کے صحابی ابوذر غفاری رضؓ،،

حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی حضرت ابوذر کا نام نامی سن کر ”ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں“ کہتے ہوئے اس کٹیا کی طرف لپکے جہاں حضرت ابوذر زندگی کے آخری سانس گذار رہے تھے انہوں نے نوواردوں کو اہلاً وسہلاً کہا اور اپنے کفن دفن کے متعلق ہدایات دیکر داعیٔ اجل کو لبیک کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر سب نے مل کر انہیں سپرد خاک کیا اور اس کے بعد اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، مکہ پہنچ کر حضرت ابن مسعود رضؓ نے حج کیا اور پھر مدینہ جاکر گوشۂ عزلت میں بیٹھ گئے دن رات یاد الٰہی کے سوا کوئی کام نہ تھا اسی زمانے میں ایک دن ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، ”ابو عبدالرحمان“ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ آپ سرور کونین کی خدمت میں حاضر ہیں اور حضور فرما رہے ہیں ”ابن مسعود رضؓ - آؤ میرے پاس چلے آؤ،،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ”خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس نے اثبات میں سر ہلایا تو فرمایا، ”تو بس میرا وقت قریب آپہنچا ہے شاید تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر ہی مدینہ سے باہر جاؤ گے،

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد وہ صاحب فراش ہو گئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کو جب یقین ہو گیا کہ وہ اس بیماری سے جانبر نہیں ہونگے تو انہوں نے حضرت زبیرؓ بن العوام اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا بھیجا اور انہیں اپنی جائداد، اولاد، تجہیز و تکفین کے بارے میں ضروری وصیتیں کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا، یہ ۳۲ھ کا واقعہ ہے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کی عمر ساٹھ برس سے کچھ

فرمودات بانی انجمن

ایمانِ کامل

"آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایمانِ کامل کی پہچان کرائی ہے۔ آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔
محض ترجمہ عرض ہے:۔

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بُغض رکھا اور اللہ کے لیے دیا، اور اللہ کے لیے دینے سے ہاتھ روکا پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔"

(ابوداؤد ترمذی)

اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو جب تک زندہ رکھے قرآن مجید پر عمل کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا سے ایمانِ کامل سے اٹھائے۔ (آمین یا الٰہ العالمین)

ایمان کامل والوں کو کسی سے کوئی طمع نہیں ہوتی۔ کسی سے دوستی ہے تو اللہ کے لیے، کسی سے ناراضگی ہے تو اللہ کے لیے۔ ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی رشتہ دار بے نماز ہے تو وہ اس سے اس لیے نہیں ملتے کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اگر وہ آج اللہ کا فرمانبردار بن جائے، برائیاں چھوڑ دے اور نماز پڑھنے لگے تو وہ اس سے ملنے کے لیے طیار ہیں۔ وہ کسی کو کچھ دیتے ہیں تو اللہ کے لیے، دنیا کی واہ وا اور نام و نمود پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ نام و نمود ریاء ہے اور ریاء کو حضور علیہ السلام نے شرک اصغر (چھوٹا شرک) فرمایا ہے شیطان ایسا لعین ہے کہ وہ عمل صالح کو برباد کرنے کے لیے اس میں ریاء کا زہر ملا دیتا ہے۔ اخلاص ہو تو عبادت قبول ہوتی ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اے اللہ! سب تیرے لیے ہے اور غیر اللہ کے لیے کچھ نہیں۔ غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے۔

دوسری علامت کا ذکر آپؐ کے ارشاد میں ہے:۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔ (شرح السنۃ)

یہاں بھی ایمان کامل کا ذکر ہے، نہ کسی رسم و رواج نہ ہی برادری کی پرواہ۔ اور جو اللہ اور حضور علیہ السلام کی طرف سے آئے وہی محبوب، مقصود اور مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے اس میں استثناء نہیں کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہے اس فن کے کامل کی صحبت اختیار کرنی پڑے گی۔ اِدھر بھی یہی قاعدہ ہے۔

ع بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد
گفتن و کردن فرقے دارد

جب تک صحبت نہ ہو رنگ نہیں چڑھتا۔ قال حال نہیں بنتا۔ کسی نے کہا ہے۔

آنچہ از دل مے خیزد بر دل مے ریزد

صحبت سے عقیدت، ادب اور اطاعت کے لحاظ سے فائدہ ہوتا ہے۔ کامل گھول کر نہیں پلاتے وہ دل ہی دل میں کچھ ڈال دیتے ہیں۔ اوّل تو اولیاء اللہ کا ملنا مشکل ہے اگر مل جائیں تو ان سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھا سکتا ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

عقیدت، ادب اور اطاعت ہو تو فیض ہوتا ہے ورنہ

ع : بے ادب محروم ماند از فضل رب

یہ سبق ہے، علامتیں میں نے عرض کر دی ہیں دیکھا کیجئے کہ ہم قرآن کا اتباع کرتے ہیں یا برادری محبوب ہے۔

اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو ایمان کامل کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین۔

(خدام الدین ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء)

یاد کرتی ہے جنہیں تاریخ شیخ الہند سے

حریت کے قافلہ سالار محمود الحسنؒ — مرد میداں سید الاحرار محمود الحسنؒ

پیکر فکر ولی اللہ، اسیر مالٹا — کلمۂ حق کے علمبردار محمود الحسنؒ

جانشیں وہ قطب عالم قاسمؒ و امدادؒ کے — دین حق کے عالم اسرار محمود الحسنؒ

یاد کرتی ہے جنہیں تاریخ شیخ الہند سے — عظمت اسلاف کے مینار محمود الحسنؒ

علم و تقوی سے جہاد فی سبیل اللہ سے — کر گئے خلق خدا بیدار محمود الحسنؒ

اہل حق کو زندگی کا ولولہ دیتے رہے — اہل باطل سے رہے بیزار محمود الحسنؒ

قصر افرنگی بھی جن سے لرزہ براندام تھا — غازیان حق کے وہ سردار محمود الحسنؒ

مطلع تاریخ پہ رخشندۂ جاوید ہیں — شیخ عالم منبع انوار محمود الحسنؒ

حضرت مدنیؒ و عثمانیؒ، امام انقلابؒ — یہ اگر ہیں پھول تو گلزار محمود الحسنؒ

آج بھی مغضوب اولاد فرنگی کیوں نہ ہوں — سینۂ افرنگ میں تھے خار محمود الحسنؒ

تا حشر احسان ان پہ رحمتیں گلبار ہوں
جس طرح پھیلا گئے انوار محمود الحسنؒ

احسان الواحد، گوجرانوالہ

فلسفۂ روزہ

تحریر: رشید احمد رشیدی بخش خان

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

شہر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدًی للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ؕ ومن کان مریضًا او علیٰ سفرٍ فعدۃ من ایام اخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و لتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون ۝ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ: مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ پس جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے۔ اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔

تمام امتوں میں روزہ

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ: تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں بھی روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزہ کے دن کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا حرام تھا۔ روزہ کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک یوں ہی رہا۔ چنانچہ ابتدا میں جب مسلمانوں پر روزہ فرض ہوا تو اس کی شرائط کا انہیں علم نہیں تھا تو اہل کتاب کی طرح روزہ رکھنا شروع کیا کہ افطار کے بعد سونے سے پہلے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے فراغت پا لیتے۔ سونے کے بعد پھر دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ [illegible] کے بعد احل لکم لیلۃ الصیام والی آیت نے اس طرز کو منسوخ کر دیا۔

قرآن حکیم کی سالگرہ

لوح محفوظ سے قرآن حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ سارا قرآن ایک ہی مرتبہ آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ ہر قوم میں یہ قاعدہ ہے کہ جس دن اس پر کوئی نعمت نازل ہوئی اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے سالگرہ مناتے ہیں۔ مثلاً یہود میں عاشورہ کا روزہ، عیسائیوں میں نزول مائدہ آسمانی کا دن۔ مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس لیے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے چنانچہ سارے رمضان المبارک میں مسلمان رات کو قرآن حکیم سنتے ہیں۔ علاوہ اس کے اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ شکر نعمت میں روزہ رکھنا بھی سابقہ امتوں میں رائج تھا۔ جس طرح یہود میں عاشورہ کا روزہ اسی لیے رائج تھا کہ اس دن فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی۔

روزے سے اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ روزہ دار کے اخلاق کا معیار اعلیٰ ہو جائے گا۔ ضبط نفس اور تحمل اس میں آ جائے گا۔ اپنے آپ کو شرارت اور فتنے سے بچائے گا۔ دنیا میں اعلیٰ درجے کا امن پسند اور مرنجان مرنج شریف نظر آئے گا۔ ساتھ ہی اس کے معاشرتی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ جب ہر مسلمان ان اوصافِ حمیدہ سے مزین ہوگا تو معاشرتی تعلقات میں کبھی بگاڑ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر سال ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی غرض یہی ہے کہ سال بھر کے بعد پھر اس نصاب کی یاد تازہ ہو جائے۔

روح روزہ

تعلیم مذہب کا یہ خاصا ہے کہ انسان کے اندر اخلاق حسنہ پیدا ہوں۔ وہ صفات حمیدہ سے آراستہ ہو، بداخلاقی سے اسے نفرت ہو، خواہشاتِ نفسانی پر قابو پائے، ضبط نفس اور تحمل کا خوگر ہو، فتنہ انگیزی سے باز آئے، شرارت نہ کرنے پائے ــــ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لیے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے اس زہر کے نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے۔ قوتِ حیوانی کی شدت سے تمام خرابیاں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ اگر قوتِ حیوانی کو کمزور کر دیا جائے تو انسان یقیناً بہت سی برائیوں سے رُک جائے گا۔ چنانچہ اس قاعدے سے اسلامی شریعت میں قوانینِ روزہ کو پرکھا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کے ذریعے سے اپنی امت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے۔

روزے کی صورت بغیر روح بیکار ہے

ہر عقلمند کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی کام کرتا ہے واس کا فائدہ پہلے سوچ لیتا ہے۔ وہ فائدہ اس کی روح اور جان ہوتا ہے۔ اسی طرح روزے کی بھی ایک صورت ہے اور دوسری اس کی روح۔ صورت تو یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیا جائے۔ عورت اور مرد آپس میں ملنے نہ پائیں۔ لیکن اگر مقصد روزہ اس صورت کے اندر نہ پایا جائے تو وہ بے کار ہے۔ چنانچہ دربار نبوت سے ارشاد ہوتا ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔

ترجمہ: جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں (یعنی روزے سے قرب الٰہی اور حصول رضا مولیٰ کا جو نتیجہ مرتب ہونا چاہیے وہ نہیں ہوگا)

اور دوسری روایت میں مروی ہے۔ الغیبۃ تفطر الصائم۔ ترجمہ: غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (انتہیٰ) اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں جس طرح مذکورہ بالا افعال ناجائز ہیں۔ اسی طرح کسی کی غیبت جو زبان کا جرم ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کا مقصد فقط کھانے پینے سے روکنا ہی نہیں بلکہ اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

اوقات روزہ میں اختلاف

البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے اوقات ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینے ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے ایک دن افطار فرماتے اور یہود پر عاشورہ اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر دراصل رمضان کے روزے فرض تھے لیکن جب انہیں سخت گرمی اور سردی کے روزے میں دقت محسوس ہوئی تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم ربیع میں بجائے تیس کے پچاس رکھا کریں گے۔

محمد شفیع عمر الدین - میرپور سندھ

برکت والا مہینہ

روزہ اسلام کا ایک رکن ہے رمضان شریف کے روزوں کا مقصد ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۸۳) تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

پرہیزگاروں کا دستور العمل قرآن مجید ہے جس کا نزول اسی بابرکت مہینے میں ہوا۔

"رمضان کا وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے" (البقرہ ۱۸۵)
قرآن مجید (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ بقرہ ۲) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔

پرہیزگار وہ ہے جو قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث شریف کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو، ان کے اوامر پر کاربند ہو اور ان کے نواہی سے بچتا ہو، اور سنت مطہرہ کے مطابق اعمال صالحہ بجا لاتا ہو اور اللہ سے ڈر کر نافرمانی سے بچتا ہو۔ جس طرح بندہ خاردار راستہ سے دامن کو کانٹوں سے بچا کر چلتا ہے اسی طرح صراطِ مستقیم پر پرہیزگار بڑی احتیاط سے گامزن رہتا ہے تاکہ کوئی قدم شرعی حدود سے باہر نہ نکلنے پائے۔

عبادات کی قبولیت کے لیے پرہیزگار ہونا شرط ہے:
"اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے" (مائدہ: ۲۷)

لہٰذا ہمیں روزے کے سب احکام اچھی طرح ذہن نشین رکھنے چاہئیں تاکہ ہمارے روزے پرہیزگاری کے اعلیٰ مقصد کو حاصل کر سکیں۔

بابرکت مہینہ

رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ - (الحدیث از جامع الصغیر) رمضان برکت والا مہینہ ہے

اس مبارک ماہ کی برکات حاصل کرنے کے لیے ہمیں دن کو روزہ رکھنا چاہیے، تلاوتِ قرآن مجید زیادہ کرنی چاہیے، پنجگانہ نمازیں باجماعت پڑھنی چاہئیں۔ تراویح نماز اہتمام کے ساتھ باجماعت پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ سحری کے وقت اٹھنا ہوتا ہے اس لیے تہجد نماز اس ماہ میں پڑھنی سہل ہے اور اس ماہ میں اس کی عادت ہو گئی تو باقی مہینوں میں یہ نماز پڑھنی آسان ہو گی۔ فرض نماز کے بعد یہ بہترین نماز ہے۔

اس مبارک ماہ میں نوافل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر ہے اور فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستّر فرض جتنا ہے۔

جنّت کے دروازوں کا کھلنا

تُفَتَّحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ (ایضاً) (اس مہینے میں) جنّت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

لہٰذا اس ماہ میں گناہوں پر نادم ہو کر استغفار اور توبہ زیادہ کرنی چاہیے۔ خصوصاً سحری کے وقت خوب عاجزی، تضرع اور زاری سے گناہوں کی بخشش اور جنت مانگنی چاہیے۔ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ نیز ان افعال سے بچنا چاہیے جو جنت سے روکنے والے ہیں۔

دوزخ کے دروازے بند ہونا

تُغَلَّقُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّعِيْرِ (ایضاً) اس مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

اس مبارک ماہ میں خصوصاً ان افعال کے قریب جانا چاہیے جن کے لیے دوزخ کی وعید ہے۔ رشوت حرام، ٹھگی وغیرہ سے بچنا چاہیے۔

شیطانوں کا قید ہونا

وَتُصَفَّدُ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ (ایضاً) اس ماہ میں شیطان قید کر دیے جاتے ہیں۔

لہٰذا روزہ دار کو بھی اپنے نفس کی سب غیر شرعی خواہشات سے روکنا چاہیے اور کھیل تماشوں کے قریب نفس کو خوش کرنے کے لیے نہ جانا چاہیے نفس کو عبادات اور طاعات کا عادی بنانا چاہیے۔

منادی

"اس مہینہ کی ہر رات ایک منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے نیکی کے طالب نیکی کی طرف آ اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے رک جا" (ایضاً)

مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اس اعلان کے مطابق نیکی کی راہ پر گامزن رہتی ہیں اور برائی سے کنارہ کرتی ہیں۔ توبہ و استغفار کرتی ہیں۔

ایثار

صاحبزادہ محمد امجد قاسمی، سیالکوٹ

عزیز بچو! ایثار کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی جائے اور ان کی آسائش و راحت کو اپنی ذاتی آسائش و راحت پر مقدم رکھا جائے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایثار کا پیکر تھے۔ ایک دفعہ ایک مسلمان خاتون نے اپنے ہاتھ سے ایک چادر تیار کر کے آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تحفہ قبول فرما لیا۔

اتنے میں ایک غریب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چادر مجھے عنایت فرما دیجیے!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت چادر اس کے حوالے کر دی حالانکہ آپ کے پاس کوئی چادر نہ تھی اور آپ کو خود اس کی ضرورت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انصارِ مدینہ ایثار میں پیش پیش تھے۔ جب مکّہ کے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انصار نے اپنے بھائیوں کے لیے ہر طرح کا ایثار کیا اور ان کے ساتھ ایسی دوستی اور ہمدردی کا ثبوت دیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہر ایک انصار نے اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر میں جگہ دی، ان کو اپنی تجارت اور کاروبار میں برابر کا شریک بنایا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک کو طلاق دے کر اس کا نکاح مہاجر بھائی سے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مہاجرین اور انصار کا یہ بھائی چارہ اتنا مضبوط ہو گیا کہ خون کے رشتے پر مقدم سمجھا جانے لگا۔ انصار کے اسی ایثار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ

"اور وہ (انصار) ان مہاجرین کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے خواہ انصار کو اپنے اوپر تنگی کیوں نہ ہو۔"

جب بنو نضیر کی سرزمین مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انصاریوں کے سوا باقی ساری زمین مہاجرین کو دے دی۔ اس موقعہ پر انصار نے بے مثال ایثار کا ثبوت دیتے ہوئے اس فیصلے کو بخوشی قبول کر لیا۔

اسی طرح بحرین کی فتح کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بحرین کو انصار میں تقسیم کر دوں لیکن ایثار کے پیکروں نے عرض کی کہ جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ ملے ہمیں یہ منظور نہیں۔

تاریخِ اسلام میں ایثار کی مثالوں کی کچھ کمی نہیں۔ میدانِ جنگ میں زخمی پیاس سے بے چین ہیں لیکن ہر مجاہد پانی کا پیالہ اپنے دوسرے بھائی کی طرف کر دیتا ہے کہ اُس کی پیاس زیادہ ہے۔

عزیز بچو! اسی ایثار و قربانی کی برکت تھی کہ مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا پر چھا گئے۔ جس قوم اور معاشرے میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجود ہو اس کے محتاج اور ضرورت مند افراد کبھی ذلیل نہیں ہوتے۔

قوموں کی عزت کا راز ایثار و قربانی میں مضمر ہے ایثار پیشہ قومیں دنیا میں ہمیشہ سربلند و کامران رہتی ہیں۔ اور جس قوم میں ایثار کا جذبہ مفقود ہو وہ آج نہیں تو کل ضرور مٹ جائے گی۔

حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائپوری قدس سرہٗ

کتابِ زندگی کا ایک ورق

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی کتاب "سوانح حضرت رائپوریؒ" سے ماخوذ

مرسلہ: ابو المظفر ظفر احمد قادری

★

محبتِ رسول ؐ

حضرت علی میاں صاحب ندوی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں

ان بزرگوں کے تعلق و محبت کا اندازہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ان کو حاصل ہے بغیر ان کو قریب سے دیکھے اور کچھ دن صحبت میں رہے نہیں ہو سکتا۔ دور سے دیکھنے والے تو ان کو زاہد خشک اور معاذ اللہ بے ادب اور محبت سے نا آشنا سمجھتے ہیں مگر ان کا حال وہ ہوتا ہے جو آسی غازی پوری نے پوری احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ؎

صبا یہ جا کے کہیو میرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اس محبت اور جذبہ کی تسکین کبھی نعتیہ اشعار سے ہوتی تھی حضرتؒ خاص طور پر صحابہ کرامؓ کے نعتیہ اشعار زیادہ شوق سے سنتے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ قصیدہ بانت سعاد حضرتؒ کا محبوب قصیدہ تھا اور اکثر مولوی عبد المنان صاحبؒ دہلوی سے اس کے سنانے کی فرمائش کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے اشعار حضرتؒ کو خوب یاد تھے اور خود پڑھ کر سناتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف منسوب قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعا گو سلام برخواں
بگرد شاہِ مدینہ گردو بعد تضرع سلام برخواں

اکثر پڑھوا کر سنا۔ اسی طرح ؎

دلم زندہ شد از وصالِ محمدؐ
جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ

ایک مرتبہ حضرتؒ مسجدِ نبویؐ میں تشریف رکھتے تھے۔ اس خادم نے عرض کیا کہ حضرتؒ اس مسجدؐ میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب و زینت پیدا کر دی اور قیمتی قالین بچھائے۔ کاش یہ مسجدؐ اپنی پہلی سادگی پر ہوتی۔ معلوم نہیں اس وقت حضرتؒ کس حال میں تھے جوش آگیا۔ ارشاد فرمایا حضرت اور زیادہ زیب و زینت ہو۔ دنیا میں جہاں کہیں جمال اور زیب و زینت ہے انہیں کے صدقہ میں تو ہے۔ مجھے شرمندگی ہوئی اور احساس ہوا کہ یہ حضرات کس قدر محبت سے بھرے ہوتے ہیں۔ مرضِ وفات میں مدینہ طیبہ کا ذکر سن کر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی اور بعض اوقات آواز سے رونے لگتے۔ مولانا محمد صاحبؒ انوری عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ حضرت سے رخصت ہونے کے لیے آئے۔ مدینہ طیبہ کا ذکر ہوا تو حضرتؒ دھاڑیں مار کر روئے۔ مولانا محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی حضرت اقدسؒ کو اس سے پہلے بلند آواز سے روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بابو عبد العزیز صاحب آئے تو ان سے فرمایا دیکھو یہ مدینہ طیبہ جا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرتؒ کی چیخیں نکل گئیں۔

قرآن سے شغف اور اس کی تلاوت کا انداز

جب حضرتؒ کی صحت اچھی تھی تو رمضان المبارک میں بعد نمازِ عصر مجلس سے الگ تنہائی میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ ایک صاحب جو وہیں رہا کرتے تھے بتلاتے ہیں کہ میں اُدھر سے گزرا تو حضرتؒ کے قرآن پڑھنے کی کیفیت کچھ کھلی اور بہت ہی بھلی معلوم ہوئی اور دل ہی دل میں بے ساختہ یہ دعا کی کہ اے اللہ اس طرح قرآن پاک پڑھنا ہم کو بھی عطا فرما دے۔ رمضان المبارک کے گزرنے کے بعد غالباً حضرتؒ نے انہیں صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ آؤ تمہیں بتلائیں قرآن پاک ایسے پڑھا کرو۔ وہ جو قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام خدا سے باتیں کرتے اور اس شجر سے سنتے تھے اور اپنے کو وہی شجر

تصور کرو اور پھر اپنے میں سے قرآن پاک کے نکلتے ہوئے الفاظ
کو یوں سمجھو کہ یہ خدائے پاک فرما رہے ہیں اور کانوں سے
اسی انداز پر سنو کہ میں اپنے اللہ کا کلام اللہ ہی کی آواز
میں سُن رہا ہوں اور اسی طرح پر فرمایا کہ فرماتے ہوئے
یہی کیفیت سراپا اپنے اوپر طاری کر لی اور فرمانے کا یہ
اثر ہوا کہ وہی کیفیت دل میں جیسے اتر گئی۔ وہی صاحب
یوں بتلاتے ہیں کہ مدت تک قرآن پاک ایسی ہی کیفیت کے
ساتھ پڑھنا نصیب ہوا اور بہت ہی لطف آیا۔ اور یہ
انداز قرآن پاک کی تلاوت کے سلسلہ کی ترقیوں میں نئے نئے
اضافوں کا سبب بنا۔

صحابہ اکرام سے تعلق و محبت :- ایک روز ایک مجلس میں فرمایا
اگر شیعہ کے اصول کو دیکھا جائے تو پھر اسلام میں کچھ نہیں
رہ جاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی کمال ہی نہیں معلوم
ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کی صحبت سے ہزاروں
لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور صحبت کی برکت سے
پکے دین دار بن جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
سے کوئی بھی پکا مسلمان نہیں بنا۔ ایک مرتبہ ان حضرات
کو مخاطب کرتے ہوئے جو سادات کی طرف اپنی نسبت کرتے
ہیں اور تشیع کی طرف مائل ہیں۔ فرمایا بھائی میں تو ہندوؤں
سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے تو آپ حضرات پر اعتبار نہیں رہا
کہ ہم تو اچھے خاصے مندروں میں پوجا پاٹ میں لگے رہتے
تھے۔ آپ کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کو اسلام کی دعوت
دی۔ ہم لبیک کہتے ہوئے اُن کے پیچھے ہو لیے۔ اب آپ ہمیں
ہمیں چھوڑ کر کوئی شیعہ ہو رہا ہے، کوئی مرزائی اور کوئی عیسائی
اور کوئی منکرِ حدیث، بس بھائی ہمیں ہی اسلام کافی ہے۔ یہ
ہمارے بس کا نہیں کہ تم جہاں جاؤ ہم تمہارے پیچھے پیچھے بھاگے
پھریں۔ اگر صحابہؓ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسلمان نہیں ہیں تو
ہمیں تو اور کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ حضرت اقدسؒ کی زبان
مبارک پر پنجابی کا یہ شعر رہتا تھا ؎

او دیوانے محمدﷺ دے میں دیوانہ صحابہؓ دا
او پروانے محمدﷺ دے میں پروانہ صحابہؓ دا

حضرت اقدسؒ کو اپنے شیخ سے جو محبت تھی وہ ان الفاظ میں
ذرا مبالغہ اور شاعری نہیں معلوم ہوتی ہے۔ ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا میں اپنے حضرتؒ کی تعریف اس
لیے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے۔ ورنہ ہمارے
حضرتؒ تصوف کے امام تھے اور تو کچھ نہیں عرض کرتا البتہ اتنا
جانتا ہوں کہ میں چودہ سال حضرتؒ کی خدمت میں رہا اس
طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرتؒ کی زبانِ مبارک سے
نہیں سُنا۔ جس میں اپنی تعریف کی بُو بھی آتی ہو۔ حُبِّ جاہ
ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں اولیاء اللہ کے قلوب سے
نکلتی ہے جب سالک صدیقین کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس
سے پیچھا چھوٹتا ہے۔ یہ بات میں نے اپنے حضرتؒ میں خوب
اچھی طرح سے دیکھی ہے کہ حُبِّ جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا۔
ایک بار ارشاد فرمایا کہ رائے پور میں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم
کی بیماری کی خبر آئی۔ میں نے سوچا کہ یہ ہمارے حضرتؒ کے
خادم تھے۔ خالص لوجہ اللہ بغیر بلائے ان کی عیادت کو جانا چاہیے
اس لیے رائے پور سے پیدل بھٹ گیا۔ اس جانے میں عجیب
کیفیت رہی اور ایک ایسی خوشبو آتی رہی کہ پھر وہ نہیں۔
یہ اس تصحیح نیت کی برکت سے ایک دفعہ ڈھڈیاں میں شام کا
کھانا ہو رہا تھا۔ ایک جماعت اسلامی کے آدمی آئے۔
سلام کہہ کر بیٹھ گئے۔ حضرتؒ نے کھانے میں شریک ہونے کو
کہا۔ انہوں نے ابھی ایک لقمہ ہی اٹھایا تھا کہ حضرتؒ سے
بڑے اکھڑپن سے سوال بھی کیا۔ حضرتؒ؟ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور
حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کیوں ناکام ہو گئی تھی تو حضرت
اقدسؒ نے فرمایا کہ میں اسی برس کا بوڑھا قبر میں پاؤں لٹکائے
بیٹھا ہوں اب بزرگوں کے عیب ڈھونڈنے کے واسطے رہ گیا
بڑی ناگواری کے ساتھ بلکہ غصہ کے ساتھ فرمایا۔ ہم کوئی بزرگوں
کے عیب نکالنے کے لیے تھوڑے بیٹھے ہوتے ہیں؟ اُن کی
سعی بہرحال مشکور رہی، اس سے وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

بے نفسی و فنائیت :- ایک مرتبہ لائل پور کے دوران قیام میں اس
بارے میں خدام و احباب کے دوران کشاکش تھی کہ حضرت
رمضان کہاں کریں۔ لائل پور کے اہلِ تعلق لائل پور کے لیے
کوشاں تھے۔ لاہور کے احباب لاہور کے لیے مصر تھے، اور
قریشی صاحب وغیرہ راولپنڈی کے لیے کوشاں تھے۔

رمضان المبارک کی عظیم الشان دو برکتیں

قرآن مجید ـــــ اور ـــــ روزے

ان دونوں برکات کے آداب و احترام کے تقاضے پورے نہ کرنا عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے،

جانشین شیخ التفسیر کا ایک پرانا خطبہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد،

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا ھَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (بقرہ ع ۲۳)

ترجمہ:۔ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پالے تو اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار یا سفر پہ ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔ اللہ تم پہ آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا اور تاکہ گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ، کی بڑائی بیان کرو۔ اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی شکر کرو۔

مبارک مہینہ ہیں قرآن مجید کا آسمان سے نزول شروع ہوا۔ یہ تمام دنیا کے بسنے والوں کے لیے ضابطۂ حیات ہے اور اس میں امورِ خانہ داری سے لے کر جہانبانی و نظم سلطنت تک کے لیے قوانین موجود ہیں۔

قرآن مجید هُدًى لِّلنَّاسِ یعنی یہ اللہ تعالےٰ کی آخری اور کامل و اکمل کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے قرآن کریم ہر انسان کو فلاحِ دارین کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے کوئی بھی شخص جو صدقِ دل سے اس کتاب مقدس پر عمل کرے گا۔ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى قرآنی احکام غیر مبہم اور واضح ترین ہیں۔ ہر صاحبِ شعور اور عقلمند انسان بآسانی اللہ تعالےٰ کی کلام پاک کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔

قرآن مجید حق اور باطل کو بالکل جدا جدا کر کے دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرک لوگ غیر اللہ کو یعنی اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مانتے ان کی پرستش کرتے اور اپنی جملہ حاجات و ضروریات میں انہی کو پکارا کرتے تھے جس طرح کہ آج کل دین کی تعلیمات سے تہی دامن اور قرآن مجید سے ناواقف مسلمان بھی اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارتے ہیں اللہ تعالےٰ نے سورہ جن میں ارشاد فرمایا۔

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔ بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

رمضان المبارک کی پہلی برکت

روزہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اس فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ رمضان المبارک کی

دوسری بڑی برکت روزہ ہے جو شخص رمضان المبارک کے مہینہ میں اپنے گھر میں تندرست موجود ہو اس پر روزے رکھنے ضروری اور فرض ہیں۔ اور جو شخص بیمار یا اپنے شہر اور گاؤں سے اڑتالیس میل سے زائد مسافت کے سفر پر ہو اسے بیماری اور سفر کے دنوں میں روزہ نہ رکھنے اور ان دونوں کی رمضان کے بعد قضا کر لینے کی اجازت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے سہولت رکھی گئی ہے۔

صبح صادق کے طلوع سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس مدت کے اندر کھانا پینا، مباشرت کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو شخص ان کو توڑے گا اور ان کا لحاظ نہ رکھے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔

روزہ اس لیے فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ انسان متقی بن جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ "تاکہ تمہیں "تقویٰ" جیسی عظیم نعمت حاصل ہو جائے۔ متقی کون ہے؟ اور "تقویٰ" کن امور اور کن چیزوں کو کہتے ہیں جن کے پالینے سے انسان متقی بن جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب قرآن کریم کے پہلے پارہ میں سورہ بقرہ کی پہلی آیات میں موجود ہے۔ "متقین" کی تعریف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ۔ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ۔

ترجمہ: (متقی) جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پہ اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اوصاف جن کے پائے جانے سے انسان متقی بنتا ہے اور روزہ انسان کو متقی بناتا ہے گویا کہ روزہ ان تمام صفات کا انسان کو مظہر بنا دینا چاہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ عقائد و اعمال ہیں جو انسان کو مومن بناتے ہیں ان میں سے ایک کا بھی اگر کوئی منکر ہے تو وہ مسلمان اور مومن نہیں ہے۔ مومن اور مسلمان کی یہ تعریف قرآن مجید کی نص قطعی اور نص صریح سے ثابت ہے

اور جو شخص روزے کی اصل حقیقت اور اصل روح کو پالیتا ہے یعنی اپنی زندگی میں روزے کے تقاضوں کے مطابق انقلاب لے آتا ہے اور اس کے عقائد و اعمال ان آیات مقدسہ کا عملی نمونہ بن جاتے ہیں تو اس کے لیے قرآن کریم راہ ہدایت پر گامزن ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے اور اسے فلاح و کامرانی کی مسرت بھری نوید سناتا ہے۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

رمضان المبارک کی یہ دونوں برکات قرآن مجید اور روزے مسلمانوں کا سرمایۂ ایمان ہیں۔ اس لیے ہمیں ان دونوں برکات سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے ادب و احترام کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہیئے۔ کس قدر افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ریڈیو پر یا مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی ہوتی ہے اور فضول اور گندی گفتگو بھی جاری رہتی ہے۔ قرآن پاک پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے اس سے اس قدر بے اعتنائی اور بے توجہی جو قرآن پاک کی توہین کے مترادف ہے قہر الٰہی کو دعوت دیتی ہے اسی رمضان المبارک کے مہینے میں دن کو روزے کے وقت ہوٹل عام کھلے رہتے ہیں کلبوں اور شراب خانوں کی رونقوں میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ روزہ داروں کے سامنے لوگ کھلے عام سگریٹ نوشی کرتے اور ان کے سامنے کھاتے پیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ روزے کی اس طرح بے حرمتی اور توہین کوئی سچا اور صحیح مسلمان کبھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام اس لیے ہیں کہ مسلمان ان پر عمل کریں یہ کسی آسمانی مخلوق کے لیے نہیں ہیں یہ احکام ہمارے لیے بھیجے گئے ہیں لیکن آج احکام الٰہی اور اسوۂ نبیؐ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بے شمار اور خوفناک پریشانیاں اور مصیبتیں روز بروز سامنے آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ ہمیں اپنے اعمال و کردار میں اسلامی تعلیمات کے مطابق تبدیلی پیدا کر لینی چاہیئے بہتری اور بھلائی اسی میں ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

دوزخ کی ڈھال

الصوم جنة (بخاری) روزہ رکھنا دوزخ کی ڈھال ہے

ے دیکھنا روزے کا کتنا ہے ثواب
ٹال دیتا ہے جہنم کا عذاب

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

از
حضرت مولانا
الحاج سید حامد میاں مدظلہ
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
خلیفہ حضرت مدنیؒ

شفقت، اصابتِ رائے، سلوک و ارشاد کے آئینہ میں ایک آپ بیتی

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی زیارت سے میں لاہور ہی میں مشرف ہوا ہوں۔ اس سے پہلے اپنی تعلیم کے زمانے میں مراد آباد ہی سے اسم گرامی سنتا آیا تھا وہاں کے طلبہ جو دور دراز کے (صوبہ بہار وغیرہ کے تھے) دورۂ تفسیر پڑھنے لاہور آیا کرتے تھے۔

دیوبند میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہم سے پہلی بار ملاقات ہوئی پھر لاہور میں ١٩٥٣ء میں بتوسط مولانا حمید اللہ صاحب رحمہ اللہ حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

میں حضرت کی خدمت میں اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صرف دعا کی درخواست کے لیے معمولاً حاضری دیتا رہتا تھا۔ اور بحمد اللہ آخر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ حاضری کا مقصد صرف یہی ہوتا تھا۔ اس لیے ان دونوں گرامی قدر حضرات کے متوسلین کرام سے ان حضرات کی رحلت کے بعد مراسم ہوئے۔ ان کی خدمت میں حاضری دے کر فوراً ہی واپس چلا جاتا تھا۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی خدمت میں شروع میں زیادہ تر حاضری تو جامعہ مدنیہ کے لیے رہنمائی کے سلسلہ میں ہوتی رہی جس کی ایک خاص وجہ جامعہ کا ایک تاریخی موڑ تھا کہ اس کے لیے جگہ کی تلاش تھی۔ ہمارے کچھ مرحوم دوستوں نے ماڈل ٹاؤن میں جگہ کی پیشکش کی جو ہمارے اراکین نے مان لی۔

یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ جامعہ مدنیہ کی ابتداء اسی طرح اور اس غرض سے ہوئی تھی کہ عربی مدارس کے فارغ التحصیل کے مدرس رکھے گئے اور چار سالہ ایک خاص نصاب تجویز کیا گیا۔

جن دوستوں نے ماڈل ٹاؤن میں جگہ تجویز کی تھی وہ جامعہ کے بنیادی مقصد کو نہ سمجھ سکے۔ میں ہندوستان گیا وہاں تقریباً ایک ماہ کا عرصہ ٹھہرا۔ واپس آیا تو ان حضرات نے اراکین کی بہت بڑی نئی باڈی تشکیل کر لی اور انہوں نے جو تجاویز طے کیں ان میں شروع سے طالب علم کو انگریزی تعلیم دو دیا ثانوی درجہ میں عربی تعلیم کر دی۔

میں نے یہ صورتِ حال حضرت کی خدمت میں رکھی ساتھ میں کچھ ممبران بھی تھے۔ خاص طور پر جناب غلام دستگیر صاحب تو ہر ملاقات میں لازماً ہوتے تھے۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیں۔ مدرسہ ماڈل ٹاؤن نہ لے جائیں اور ان سے کہہ دیں کہ وہ اپنا مدرسہ خود ہی جدا نام سے چلائیں۔

ہم نے عرض کیا کہ یہ بات ان لوگوں سے جناب کا نام لے کر عرض کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام لے کر صاف کہہ دیں۔ جو صاحب ہمیں وہاں لے گئے تھے وہ مرحوم حضرتؒ سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ ان سے ہم نے یہ کہا اور بالآخر ان کی کارروائیاں رُک گئیں۔ رسید بکیں وغیرہ روک دی گئیں۔ انہوں نے اپنے مدرسہ کا نام جامعہ سعیدیہ رکھا۔ اس میں ہمیں بھی ممبر رکھا اور ہم نے جامعہ کو علیحدہ کر لیا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ حضرت لاہوریؒ کی اصابت رائے کے ساتھ صلابت کی بھی بات تھی۔

طلبہ کو انگریزی زبان حساب۔ سائنس، جغرافیہ اقتصادیات، ایل ایل۔ بی کا کورس پڑھا کر کمیونزم کے مقابلے میں اور دنیا کے تمام قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قوانین کا موازنہ کرنے کے لیے اعلیٰ مبلغ تیار کیے جائیں۔ انھیں امتحانات نہ دلائے جائیں تاکہ ملازمتوں میں مصروف نہ ہوں اور فریضۂ تبلیغ سے جس کا انھیں اہل بنایا جا رہا ہے۔ غافل نہ ہونے پائیں اس کے لیے چار سالہ نصاب تجویز کیا۔ نیز اس دوران اس خیال سے کہ وہ علوم عربیہ دینیہ سے بے بہرہ نہ ہونے پائیں۔ ان کے لیے نہایت قابل عربی علوم

ہمدردی میں آپ نے یہیں بس نہیں کیا بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کا نظام امارت پر مبنی ہونا چاہیے آپ نے فرمایا کہ میرا چالیس سالہ تجربہ ہے کہ یہ لوگ جب کوئی

کام نہ چلنے لگتا ہے تو اس میں دخل اندازی کرتے ہیں اور وہ کام ختم ہو جاتا ہے انہیں تجربات کی بنا پر میں نے انجمن خدام الدین کی بنیاد امارت پر رکھی ہے۔ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق اپنے اغراض و مقاصد اور اصول و ضوابط ترتیب دیئے۔ اور پیش کئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کی اصلاح فرمائی اور جہاں ضوابط میں اس نقطۂ نظر سے غلطی ہوئی تھی وہاں تبدیلی فرمائی۔ ان میں ضوابط کو رجسٹرڈ کرایا گیا اور ان ہی پر اب تک جامعہ کا نظام چل رہا ہے جزاہ اللہ خیراً واعظم اجرہٗ اور یہ تحریر بفضلہ میرے پاس موجود ہے۔

یہ سب کام آپ نے کئے۔ اور پوری توجہ فرمائی تو ہم نے درخواست کی کہ سرپرستی قبول فرمائیں لیکن آپ نے رسمی سرپرستی کے بارے میں معذرت فرمائی۔ اگرچہ عملاً جو کچھ کوئی سرپرست کرتا ہے وہ آپ ہمیشہ کرتے رہے۔ آپ کے لیے جامعہ کی شوریٰ کے اجلاس وغیرہ میں شرکت متعذر تھی۔

خدام الدین کا کام بہت زیادہ تھا۔ واردین و صادرین کی کثرت تھی جن میں سائلین زیادہ ہوتے تھے۔ اسفار بھی ہوتے تھے اور عمرہ کا سفر بھی فرماتے تھے۔

خدام الدین کی طرف اتنی توجہ تھی فرماتے تھے کہ میں خود مضامین انتخاب کرتا ہوں اور غیر معیاری مضامین کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ میں صفحہ کے صفحے قلمزد کر دیتا ہوں توجہ اس طرف تھی کہ مضمون بہت سادہ زبان میں ہو جسے کم سے کم پڑھا لکھا آدمی بھی پڑھے اور سمجھے اور عورتیں بھی گھروں میں پڑھیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ وقت کی اس قدر پابندی فرماتے تھے کہ منٹوں اور سیکنڈوں کا بھی فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر نماز کے وقت دروازہ کھلتا تھا اور جماعت سے پہلے صف اوّل میں امام کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پابندی اوقات کا مشاہدہ روز مرہ کے معمولات میں ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ سب ملنے والے اور وابستگان جانتے ہیں۔ ایک دفعہ مولانا سید داؤد غزنوی صاحب کے یہاں ایک میٹنگ تھی میں نے دیکھا کہ آپ وہاں میٹنگ کے وقت سے پانچ یا سات منٹ پہلے پہنچے۔ مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ بھی تشریف لانے والے تھے لیکن وہ بہت بعد میں تشریف لائے اسی طرح بعض اور بھی شرکاء آئے اور میٹنگ ان کی آمد تک موقوف رہی۔

آپ کی پابندی اوقات بھی ہم سب کے لیے ایک درس ہے آپ خدام الدین کا کام یکسوئی سے انجام دینے کے لیے حاجی دین محمد صاحب کے برف خانہ میں تشریف لے جاتے تھے،

انہوں نے آپ کے لیے ایک کمرہ مختص کر دیا تھا اور اس کے برابر والا کمرہ نماز با جماعت کے لیے۔ وہاں ملاقاتی لوگ نہیں جاتے تھے۔ ہم نے بارہا ایسا کیا کہ وہاں ملنے کے لیے گئے۔ اور ملاقات سے مشرف ہوئے البتہ ہم خود بھی ایسا کرتے رہے کہ نماز کے وقت جاتے تھے اور جماعت کے بعد ضرورت کی بات کر لیتے تھے آپ نے ہمیں وہاں پہنچنے سے اور ملنے سے کبھی اشارۃً بھی منع نہیں فرمایا۔

ہم نے بھی ضرورت سے زیادہ کبھی بات نہیں کی اور کبھی فقط زیارت ہی کے لیے جانا ہوا تو فقط ملاقات و مصافحہ اور خیریت دریافت کرنے ہی پر اکتفاء کیا۔ بہرحال یہ معاملہ بھی آپ کی مرحمت و شفقت ہی میں داخل ہے ورنہ اس قدر اصول کی پابند شخصیت ایسی حرکت کی اجازت نہیں دے سکتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے جیسا والہانہ تعلق تھا اس کی مثال مشکل سے ملے گی، ہفتہ میں دو ایک بار بھری مجلس میں ضرور تذکرہ فرماتے تھے وہ بھی ایسے عجیب انداز سے کہ جو ان کا ہی حق تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جمعیۃ علماء ہند کی مجالس شوریٰ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے میں چار چار گھنٹے دو زانو بیٹھا رہتا تھا حالانکہ آپ کو جوڑوں کی تکلیف کا عارضہ تھا۔۔۔ اور سچ پوچھ۔۔۔ ایسی محبت و عقیدت رکھنے والا شاید ہی کوئی اور ہو کہ اپنے صاحبزادۂ گرامی قدر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب سے فرمایا کہ میری ڈاڑھی کے بال حضرت مدنیؒ کی جوتیوں میں سلوا دینا اور جلسۂ عام میں فرمانا کہ جو علم حسین احمد مدنی کی جوتیوں میں ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جو گرامی نامہ آیا تھا وہ آپ نے فریم کرا کر رکھا تھا۔

کیونکہ آپ نسبت قادریہ کے اثرات میں سے کشف کی حالت کا غلبہ تھا اور اس میں بھی اظہار غالب تھا اس لیے آپ کشفی حالات برملا بتلاتے رہتے تھے۔

رحمت، مغفرت اور بخشش کا مہینہ

أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔

(پ ۲ ، رکوع ۷)

محترم سامعین! دو ایسی چیزوں کا وجود شاید ہی کہیں ہو جن میں کوئی فرق اور کسی قسم کا تفاوت نہ ہو اور ان میں باہم رنگ، نسل، مرتبہ، منصب، عمر، عادات غرض ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے مکمل یکسانیت اور مطابقت پائی جاتی ہو۔

آپ جتنا زیادہ غور کریں گے یہ حقیقت اسی قدر زیادہ واضح اور مبرہن ہوتی جائے گی کہ قدرت نے تمام اشیاء کو کسی نہ کسی اعتبار سے ضرور ایک دوسرے سے ممیز کیا ہوا ہے۔ اور سب میں باہم فرق اور تفاوت موجود ہے۔

ع خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

مختلف النوع اور مختلف الجنس اشیاء میں فرق کے ذکر کرنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ وہ اظہر من الشمس ہے۔ رات اور دن کے فرق کا کون منکر ہے، چوپایوں اور انسان میں فرق سے کس کو اختلاف ہے، زمین اور آسمان میں زمین و آسمان کا فرق کس کو نظر نہیں آتا۔

ہم آپ کی توجہ اس وقت ان اشیاء کے فرق کی طرف مبذول کراتے ہیں جو ایک ہی نوع اور ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں بظاہر ہر طرح یکسانیت دکھائی دیتی ہے۔

مثال کے طور پر جوانب و اطراف میں سے دائیں اور بائیں جانب کو لے لیجئے اور سب سے پہلے اپنے ہی جسم کے دونوں جانبوں (دائیں اور بائیں) کا باہم فرق ملاحظہ کیجئے۔ دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ دونوں ایک ہی جسم کے حصے ہیں۔ اور شکل و صورت کے لحاظ سے بھی دونوں میں عموماً کوئی فرق نہیں ہوتا، اسی طرح دایاں پاؤں اور بایاں پاؤں بھی ایک ہی جسم کے دو عضو ہیں۔ اور ساخت اور بناوٹ کے اعتبار سے بھی دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ مگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مرتبہ اور فضیلت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں باہم فرق ہے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

دیکھئے! مسجد میں جانے والے کے لیے حکم ہے کہ پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے۔

جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہننا مسنون ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى یعنی تم سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے پہل کرے۔

اسی طرح قمیص پہننے کی ابتداء بھی دائیں طرف سے کرنی سنت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ قَمِيْصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهٖ، جب آپ قمیص مبارک پہنتے تھے تو دائیں جانب سے ابتداء فرماتے تھے۔

وضو میں بھی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے پہلے دھونا اور دایاں پاؤں بائیں پاؤں سے پہلے دھونا مسنون ہے۔ يُسَنُّ فِي الْوُضُوْءِ الْبَدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ ۔ (وضو میں دائیں اعضاء سے پہل کرنی مسنون ہے) نماز سے فارغ ہوتے وقت دائیں طرف پہلے سلام پھیرنا آیا ہے۔

گویا یہ قاعدہ ہوا کہ افضل اور بہتر کام کی ابتداء کرنا دائیں عضو سے مسنون ہے اور جو کام فضیلت نہیں رکھتا اس کی ابتداء بائیں سے مسنون ہے۔ جیسے "مسجد" ایسے محترم و مقدس مقام میں داخل ہونا یقیناً افضل اور بہتر عمل ہے۔ اس لیے ابتداء دائیں پاؤں سے کی جاتی ہے۔ یعنی پہلے دایاں پاؤں اندر رکھا جاتا ہے اور مسجد سے باہر نکلنے میں کوئی فضیلت نہیں اس لیے بایاں پہلے نکالا جاتا ہے۔ ایسے ہی بیت الخلاء جو گندگی اور نجاست کا مقام ہوتا ہے۔ وہاں بایاں پاؤں پہلے داخل کیا جاتا ہے۔ اور نکلتے وقت دایاں پہلے نکالا جاتا ہے۔

اسی طرح جو کام پست اور خسیس ہوتے ہیں وہ بائیں ہاتھ سے کرنے مسنون ہیں، جیسے استنجاء وغیرہ۔ اور جن کاموں میں خست اور حقارت نہ ہو بلکہ افضلیت ہو، وہ دائیں سے کرنے مسنون ہیں۔ جیسے کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا مسنون ہے، وغیرہ۔

محترم حضرات! یہ فرق ہمارے جسم کے دائیں بائیں تک ہی محدود نہیں، بلکہ قریب قریب دائیں کو بائیں پر ہر جگہ اور ہر موقع پر تفوق و برتری اور شرف و فضیلت حاصل ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ یعنی داہنے والے، کیا خوب ہیں داہنے والے، اور بائیں والے کیا بُرے لوگ ہیں بائیں والے۔

أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وہ خوش قسمت اور نیک بخت ہوں گے جنھیں عرش کے دائیں جانب جگہ ملے گی۔ اور ان کا نامۂ اعمال بھی دائیں ہاتھ میں انھیں دیا جاتے گا۔ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَآؤُمُ اقْرَءُوا كِتٰبِيَهْ۔ سو جس کو ملا اس کا لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لیجیو پڑھیو میرا لکھا۔

اور أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وہ بد بخت و بد نصیب ہوں گے جنہیں عرش کے بائیں جانب کھڑا کیا جائے گا۔ اور ان کے اعمالنامے بھی انھیں بائیں ہاتھ میں پکڑاتے جائیں گے۔ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتٰبِيَهْ۔ اور جس کو ملا اس کا لکھا بائیں ہاتھ میں وہ کہتا ہے کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو نہ ملتا لکھا میرا۔

قرآن میں جگہ جگہ اصحٰبُ المیمنۃ (داہنی جانب والوں) کی تعریف و توصیف آئی ہے اور ان کے انعامات کا تذکرہ آیا ہے۔ اور اصحابُ المشئمۃ (بائیں جانب والوں) کی برائی اور ان کی مصیبتوں کا ذکر آیا ہے۔

حاصل یہ کہ دائیں جانب اور بائیں جانب میں فرق ہے۔ دائیں کو بائیں پر بڑی فضیلت اور برتری بخشی گئی ہے۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضراتِ گرامی قدر! دائیں اور بائیں کے فرق کی اس مفصل وضاحت کے بعد آپ دوسری چیزوں میں فرق اور امتیاز دیکھئے۔ جو نہایت اختصار کے ساتھ عرض ہے۔

ہفتہ میں سات دن ہوتے ہیں، ان ساتوں دنوں میں جو عظمت اور اعزاز جمعہ کو حاصل ہے وہ کسی اور دن کے حصہ میں نہیں آیا۔ یہ دن سید الایام کہلاتا ہے اور حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

تو ایام میں بھی باہم فرق اور تفاوت موجود ہے۔

قُرُون (زمانے) بھی ہم رتبہ نہیں ہیں بلکہ باہم متفاوت درجات رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے۔

گویا کوئی قرن (زمانہ) حضورؐ کے زمانے کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور آپؐ کے دورِ مسعود کے بعد حضراتِ صحابہؓ کے عہدِ زریں کو تمام ادوار و قرون پر فوقیت حاصل ہے۔ تو زمانوں میں بھی فرق پایا گیا۔

اللہ کے رسول اور پیغمبر بھی یکساں رُتبے نہیں رکھتے۔ بلکہ ارشاد ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ یہ سب رسول ہیں۔ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں جو جلالت شان اور شرف و مجد سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ملا ہے۔ وہ کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ملا۔ (یختص برحمتہ من یشاء) کسی نے خوب کہا ہے۔ ع

تو مہر منیری ہمہ اختر اند

اسی طرح تمام انبیاء باہم کم زیادہ رُتبے رکھتے ہیں۔ تو انبیاء و رسل میں بھی فرق واضح ہے۔

زمین کے حصّوں اور ٹکڑوں میں بھی فرق موجود ہے۔ زمین کے جس حصّہ پر مسجد تعمیر کی گئی ہو اس کا رُتبہ زمین کے ان حصّوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جن پر کھیتی باڑی ہوتی ہے یا جن پر بازار وغیرہ بنائے گئے ہوں۔ بلکہ زمین کا وہ حصّہ جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے متصل ہے نہ صرف زمین کے تمام حصّوں سے افضل ہے بلکہ عرشِ عظیم سے بھی برتر ہے

علوّ زمینِ مزار اللہ اللہ
کہ ہے عرشِ اعظم نثار اللہ اللہ

ایسے ہی فرشتوں میں، اللہ کی کتابوں میں، صحابہؓ میں، غرض ہر جگہ اور ہر طبقہ میں فرق موجود ہے۔ اور ہمیں اس فرق کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

ع گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

محترم حضرات! جیسے جوانب و اطراف میں فرق ہے۔ کتابوں اور رسولوں میں فرق ہے۔ دنوں اور زمانوں میں فرق ہے۔ ایسے ہی مہینوں میں بھی فرق موجود ہے۔

سال کے بارہ مہینوں میں جو عظمت اور فضیلت رمضان

مقدس کو حاصل ہے وہ اور کسی مہینے کو نہیں عطا کی گئی۔

سال کے تمام مہینوں میں صرف اسی کا ذکر حق جل مجدہٗ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ : رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ہی نہیں بلکہ زبور، تورات، انجیل اور صحفِ ابراہیم وغیرہ بھی اسی مقدس مہینے میں نازل ہوئے۔

یہی وہ جلیل الشان مہینہ ہے جس کی آمد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا:

اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جو عظیم اور مبارک ہے۔ اس میں ایک رات (الیسی) ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس مہینہ کے روزہ کو اللہ نے فرض فرمایا۔ اور اس کی رات میں قیام (تراویح) کو نفل قرار دیا (جو بہت بڑے ثواب کا باعث ہے)۔

اس مہینے میں جو شخص کسی نیکی (نفلی عبادت) کے ساتھ قربِ خداوندی حاصل کرے تو ایسا ہے جیسے اس مہینے کے علاوہ فرض ادا کیا۔ اور جس نے اس مہینہ میں فرض عبادت کو کیا وہ ایسا ہے جیسے اس مہینے کے علاوہ ستر فرض ادا کرے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اور ثمرہ جنت ہے۔ الخ۔

حضرت عبادہؓ ایک صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان بہت برکت کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خصوصی رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ خطاؤں کو معاف اور دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ اور تمہارے تنافس یعنی نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے کو دیکھتے اور تمہارے اس تنافس پر ملائکہ کے سامنے فخر کرتے ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ کو نیکی دکھاؤ۔ بدبخت ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم

اس کی ایک ایک ساعت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور اس مہینے کی تکریم اور احترام نہ کرنے والے کو جو عذاب ملے گا اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیئے۔

ہم مارشل لاء انتظامیہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جو سرپھرے اور بے حیاء رمضان المبارک کا احترام نہیں کرتے اور سرِعام کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ انہیں سختی سے سخت سزا دی جائے کہ یہ بے شرم و بے حیا کسی رعایت کے قطعاً سزاوار نہیں۔

بعض فقہا نے تو یہاں تک کہا ہے کہ لَوْ اَکَلَ عَمْدًا شُہْرَۃً بِلَا عُذْرٍ یُقْتَلُ۔ یعنی جو شخص رمضان میں بلا عذر قصداً کھلے بندوں کھاتے پیتے اسے قتل کر دیا جاتے۔

بہرحال رمضان المبارک کا مہینہ بہت عظیم الشان مہینہ ہے، جو چند ہی روز میں جلوہ فگن ہونے والا ہے۔

اس کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ جو ایک مجلس میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔

اس کی ایک ایک ساعت بہت زیادہ قیمتی ہے۔ اس مہینے میں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا اتنا اجر ملتا ہے کہ دوسرے مہینوں میں بڑی بڑی نیکیوں کا بھی اتنا اجر نہیں ملتا۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے قصداً اور بلا عذر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا پھر چاہے وہ ساری عمر روزے رکھتا رہے اس روزے کا بدل نہیں ہو سکتے۔ یعنی اُسے عمر بھر کے روزوں سے بھی وہ برکت و فضیلت حاصل نہ ہو گی جو اُسے رمضان میں صرف ایک روزہ سے میسّر آ سکتی تھی۔

غور فرمایئے کتنا تفاوت ہے اور کتنا فرق ہے رمضان اور دیگر مہینوں میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقدس مہینہ کے احترام و تکریم کی توفیق بخشے۔ آمین۔

احادیث میں اس محترم اور بابرکت مہینے کی بڑی بڑی فضیلتیں فرمائی گئی ہیں۔ اس مبارک مہینے کو باقی مہینوں پر اتنی فوقیت ل ہے جتنی سورج کو تاروں پر۔ صحابہ، صلحاء، ائمہ، اولیاء حتیٰ کہ خود فخرِ کائنات اس مبارک مہینہ کی انتظار فرماتے۔ اس لیے کہ انھیں معلوم تھا کہ اس یں نیکیوں کی قیمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور اللہ بے پایاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

ایمان کی منڈیاں

ایمان کی منڈیاں ہیں مساجد، دکان دار ہے عالمِ ربانی دکان ہے اس کا سینہ، پونجی ایمان ہے، مال ہے قال اللہ وقال الرسول، اگر مسلمان ایمان کی پونجی لے جا کر کسی عالمِ ربانی سے قرآن مجید اور احادیث سُنے گا تو انشاء اللہ ہدایت ہو جائیگی۔ (حضرت لاہوری)

لالچ بری بلا ہے

لاہور
۱۰۔۷۔۸۰

محترم المقام جناب ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ خدام الدین لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کو سطور ذیل پڑھ کر افسوس ہوگا کہ ہماری اخلاقی گراوٹ کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ جھوٹ کے فنکار اور ماہرینِ نفسیات کس طرح سادہ لوح انسانوں کو دامِ تزویر میں پھانستے اور اپنی روباہ مزاجی سے فریب دیتے ہیں۔ یہ میری کہانی قلم کی زبانی قارئین خدام الدین کے لیے سامانِ عبرت ہوگی۔

خاموش مبلغ ملتان حال وارد شیرانوالہ گیٹ لاہور

آج مورخہ ۳۰ جون بوقت ۹ بجے صبح راقم الحروف کو مسجد مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شمالی کونہ میں ایک خوش پوش نوجوان کا سامنا ہوا تو اس نے دریافت کیا بیگ صاحب آپ ہیں ؟ میں نے کہا جی ہاں ! فرمایئے کیا کام ہے ؟ تو مذکورہ نے کہا مجھے آپ سے ایک خاص بات کرنی ہے چند منٹ بیٹھ کر میری بات سنیں۔ میں نے اُسے مسجد کے جنوبی حصہ میں لے جا کر بٹھا دیا۔ اور بات شروع ہوئی۔ اس نے کہا میرا نام عبدالمتین ہے اور گلبرگ میں میری واٹر کولر بنانے کی فیکٹری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کاروبار بہت وسیع ہے۔ میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے مرحومہ نے وصیت فرمائی ہے کہ میری طرف سے کسی نیک آدمی کے ذریعہ حج بدل کرانا۔ اتفاق سے کسی آدمی نے آپ کا نام تجویز کیا ہے۔ میں قبل ازیں دو مرتبہ حاضر ہو چکا ہوں مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ لہٰذا آپ اس نیک کام کے لیے بسم اللہ کریں۔ میں نے کہا کہ میں ابھی تک زیارت الحرمین الشریفین کی سعادت سے محروم ہوں لہٰذا میں حج بدل کا اہل نہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا میں شرعی مسئلہ معلوم کر چکا ہوں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر میں آپ کو اپنے خرچ پر حج کراؤں گا۔ آپ اتنا تو کر سکتے ہیں کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد میری والدہ کو ایصالِ ثواب کی خاطر عمرہ کر لیں یا اس کی مغفرت کے لیے دعا ہی کرتے رہیں۔ دورانِ گفتگو اس پر رقّت طاری تھی اور وہ اپنی ماں کی یاد اور وصیت پر عمل کرانے کے لیے بہت ہی بے تاب نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنی چرب بیانی، محبت بھری پیاری پیاری باتوں اور نفسیاتی مہارت سے مجھے اس کام کے لیے آمادہ کر ہی لیا۔ کچھ دیر نوافل اشراق اور تلاوت قرآن مجید میں بھی مصروف رہا پھر مجھے بتایا کہ باہر سڑک پر کار کھڑی ہے آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو فیکٹری لے چلوں گا اور وہاں بیٹھ کر پروگرام تجویز کر لیں گے۔ ساتھ ہی اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ کا پاسپورٹ بنا ہوا ہے یا نہیں ؟ میں نے کہا کہ میں ایک غریب مزدور ہوں مجھے اتنی توفیق نہیں کہ میں حج کا تصور بھی کر سکوں یا پاسپورٹ وغیرہ کی طرف توجہ دوں۔ اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ غائبانہ نصرت فرماویں ـــ اس کمزوری کو بھانپ کر
مخلصانہ انداز میں بولا کہ با
نہ کریں میں ابھی آپ کا پا
بنوا لیتا ہوں۔ صرف ایک
میں ارجنٹ پاسپورٹ بن
بس اب دیر نہ کریں جلد
مجھے اسلام آباد بھی جانا
پھر سو روپے پاسپورٹ
لیتے چلیں میں گھر جا کر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط

"کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد"

گوجرانوالہ شہر کے قریب ترین عظیم الشان رہائشی منصوبہ

اجمل ٹاؤن

محل وقوع :- برلب بائی پاس روڈ نزشہرہ سانسی، نزد اعوان چوک گوجرانوالہ

۴½ مرلے
۹ مرلے
۱۸ مرلے
کے رہائشی و کمرشل پلاٹس

خصوصیات: کشادہ سڑکیں، بجلی، بوائز اینڈ گرلز سکول، مسجد، پٹرول پمپ، پارک، ۲۴ گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

طریقہ حصول پلاٹ و ادائیگی: کل قیمت کا ¼ حصہ بطور بیعانہ ادا کر کے قبضہ حاصل کریں۔ باقی ¾ حصہ اندر ۲ ماہ بمعہ خرچہ رجسٹری ادا کر کے رجسٹری حاصل کریں۔

قیمت: /۱۵۰۰ روپے تا ۲۵۰۰ روپے فی مرلہ

نوٹ: سائٹ آفس روزانہ ۷½ صبح تا ۸½ بجے شام کھلا رہتا ہے۔

رابطہ کے لئے

۱۔ محمد انور صدیق، حاجی محمد بشیر سائٹ آفس اجمل ٹاؤن بائی پاس روڈ، گوجرانوالہ

۲۔ عبدالرحمن پراپرٹی ڈیلر گلی شیخاں والی، کھنڈ بازار، گوجرانوالہ

۳۔ محمد اشرف، محمد رفیق فون ۴۲۷۶۲ ● ۴ - ۲ شیخ عبدالمجید فون ۴۲۸۴۸